بسم اللہ الرحمن الرحیم

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى خَاتَمِ الأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْن، نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِيْن، أَمَّا بَعْدُ:

20-شرح العقيدة الواسطية

العقیدۃ الواسطیۃ الشیخ الاسلام الامام ابو العباس احمد ابن تیمیہ رحمہ اللہ، شرح فضیلۃ الشیخ العلامہ محمد بن صالح ابن عثیمین رحمہ اللہ۔

اور جہاں پر رُکے تھے وہیں سے درس کا آغاز کرتے ہیں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں " ولهذا قال سبحانه وتعالى: ﴿سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ ﴿١٨٠﴾ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ ﴿١٨١﴾ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٨٢﴾﴾ (الصافات:180-182)۔

امام صاحب فرماتے ہیں (شیخ الاسلام رحمہ اللہ) "ولهذا" (اور اس لیے) "قال سبحانه وتعالى" (اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے) ﴿سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ﴾ (پاک ہے تمہارا ربّ عزت والا ربّ ان باتوں سے جو یہ کرتے ہیں) ﴿وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ﴾ (اور رسولوں پر سلام ہو) ﴿وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ (اور تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا ربّ ہے)۔

پچھلے درس میں میں نے بیان کیا تھا کہ شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے یہ قاعدہ بیان فرمایا ہے اور اپنے اس پیارے عقیدے کا آغاز اس عظیم قاعدے سے کیا کہ اللہ اور اللہ کے رسول (علیہم الصلاۃ والسلام) سے بہتر کوئی بھی اللہ تعالیٰ کی معرفت نہیں رکھتا۔

اور کسی خبر کی تصدیق کی جو اہم چار صفات ہیں یا شرطیں ہیں وہ بیان کیں پھر اسی مسئلے کو مزید بیان کرتے ہوئے اس آیت کو بیان کیا ہے۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''"ولهذا" أي: لأجل كمال كلامه وكلام رسله''("ولهذا" اور یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا پاک کلام جو ہے اور اللہ تعالیٰ کے رسولوں (علیہم الصلاۃ والسلام) کا جو کلام ہے وہ کمال کا کلام ہے)۔ پھر یہ آیت سورۃ الصافات کی چند آیتیں جو ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی تسبیح بیان فرمائی ہے:

﴿سُبۡحٰنَ رَبِّكَ﴾ اور تسبیح کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کو ہر اُس چیز سے پاک کرنا جو اللہ تعالیٰ کے لائق نہیں ہے جس میں نقص اور عیب موجود ہو، اِن تمام چیزوں سے اللہ تعالیٰ پاک ہے۔ پھر ربوبیت کا اضافہ اپنے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کیا ﴿رَبِّكَ﴾ کے لفظ میں اور یہ ربوبیت جو ہے خاص ربوبیت ہے اور اس میں جو اضافہ ہے یا نسبت جو ہے خالق اور مخلوق کی نسبت ہے (ربّ خالق ہے اور اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مخلوق ہیں)۔ ﴿رَبِّ الۡعِزَّةِ﴾ یہ اضافہ یا نسبت جو ہے صفت کی موصوف کی طرف ہے اور اس کا معنی ہے صاحب العز یعنی عزت والا ربّ کیونکہ عزت اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہے۔

﴿عَمَّا يَصِفُوۡنَ﴾ تمام اُن باتوں سے جو مشرکین کیا کرتے ہیں، یا اُن کے علاوہ ہر وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے تعلق سے کوئی بھی باتیں کرتا ہے جن میں نقص اور عیب ہو سب شامل ہیں، اور اس کی تفصیل مزید آگے مصنف بیان فرمائے گا، اور رسولوں پر سلام ہو (سلامتی ہو)، اور پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی حمد ثناء کی ہے تسبیح اور تنزیہ اور پاکیزگی بیان کرنے کے بعد کیونکہ حمد و ثناء میں کمال ہے اور تسبیح میں پاکیزگی اور تنزیہ ہے ہر نقص اور عیب سے، اور اس آیت میں (یعنی ان آیات میں) دونوں کو جمع کیا ہے پہلے اللہ تعالیٰ کو ہر نقص اور عیب سے پاک کیا ہے اور پھر حمد سے تسبیح کے لفظ سے (﴿سُبۡحٰنَ رَبِّكَ﴾ تسبیح کے لفظ سے) اللہ تعالیٰ کو ہر نقص اور عیب سے پاک کیا ہے اور پھر الحمد کے لفظ سے کمال کو ثابت کیا ہے۔

پھر شیخ الاسلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''فسبح نفسه عما وصفه به المخالفون للرسل، وسلم على المرسلين لسلامة ما قالوه من النقص والعيب وهو سبحانه قد جمع فيما وصف وسمى به نفسه بين النفي والإثبات''۔

''فسبح نفسه عما وصفه به المخالفون للرسل'' پس اللہ تعالیٰ نے اپنی پاکیزگی بیان کی ہے ہر اس بات سے جو رسولوں کے مخالفین اللہ تعالیٰ کے تعلق سے کرتے رہے ہیں، اور سلام رسولوں پر کیونکہ جو انہوں نے کہا ہے وہ بھی نقص اور عیب

سے پاک ہے،"لسلامة ما قالوه من النقص والعيب وهو سبحانه قد جمع فيما وصف وسمى به نفسه بين النفي والإثبات"
اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے اسماء وصفات جب صفات کا ذکر فرمایا ہے اور ناموں کا ذکر فرمایا ہے تو نفی اور اثبات دونوں کو جمع کیا ہے۔

کیا معنی ہے جمع کا؟

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں، اس جملے کا معنی واضح ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی حمد وثناء کی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صفات کامل ہیں اور رسولوں کی جو باتیں ہیں جو کلام وہ لے کر آئے ہیں وہ بھی نقص اور عیب سے پاک ہے، تو اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء جو ہے اور اس کا کمال جو ہے وہ اللہ تعالیٰ کی صفات کے اعتبار سے بھی ہے اور رسولوں کی بعثت سے بھی ہے کہ رسولوں کو مبعوث فرمایا ہے کیونکہ اس میں مخلوق کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت ہے اور احسان ہے۔

اور پھر نفی اور اثبات کی جو بات ہوئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جو صفت ہے یا صفات ہیں اور جو نام ہیں وہ نفی اور اثبات دونوں کو شامل ہے، شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ)، کیونکہ تمام الکمال (کمال کا تمام جو ہے انتہا درجہ جو ہے) وہ ممکن نہیں ہے جب تک کہ صفات کمال کو ثابت نہ کیا جائے اور اس کی ضد میں جو بھی نقص کی صفات ہیں اُن کی نفی نہ کی جائے۔ تو اس سے یہ ثابت ہوا کہ صفات کی دو قسمیں ہیں:"صفات مثبتة، وصفات منفية"۔ صفات مثبتة کو صفات ثبوتية بھی کہتے ہیں، صفات منفية کو صفات سلبية بھی کہتے ہیں۔

اور بعض نے یہ اعتراض کیا ہے کہ سلبی نہیں کہنا چاہیے اور منفی کہنا چاہیے لیکن شیخ صاحب فرماتے ہیں لغت کے اعتبار سے کوئی حرج نہیں ہے صفات سلبی بھی کہا جاسکتا ہے یا صفات منفی بھی کہا جاسکتا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ کی صفات جو ہیں دو قسم کی ہیں اس اعتبار سے: ثبوتية وسلبية، یا ثبوتية ومنفية۔

صفات مثبتة یا ثبوتية کا کیا معنی ہے؟

شیخ صاحب فرماتے ہیں، یہ ہر وہ صفت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے ثابت کی ہے اور یہ تمام صفات جو ہیں صفات الکمال ہیں ان میں کوئی نقص نہیں ہے کسی بھی صورت یا کسی بھی اعتبار سے، اور اِن کے کمال میں سے یہ حقیقت بھی ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے ثابت کیا ہے اس میں مثلیت کا امکان ہر گز نہیں ہے کیونکہ جو مماثلت ہے مخلوق کے ساتھ نقص اور عیب ہے ہمیشہ۔

اور شیخ صاحب فرماتے ہیں(شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ) اگر ہم نے اس قاعدے کو سمجھ لیا ہے تو پھر ہم نے اہل التحریف کی گمراہی کو جان لیا ہے یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صفات مثبتۃ جو ہیں اُن سے تمثیل لازم آتی ہے، پھر اس لیے اِن لوگوں نے اُن صفات کی نفی کرنا شروع کر دی تمثیل سے بھاگنے کے لیے اور بچنے کے لیے۔

اور اس کی مثال یہ ہے شیخ صاحب فرماتے ہیں، وہ یہ کہتے ہیں کہ اگر ہم اللہ تعالیٰ کے چہرے کو ثابت کر دیں ((دیکھیں چہرہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت ہے اور چہرے کو ہم نے صفات ثبوتیۃ یعنی نفی نہیں ہے بلکہ اس کو ثابت کیا گیا ہے، صفت ثبوتیۃ یا صفت مثبتۃ کی مثال چہرے کی ہے اللہ تعالیٰ کے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے شایان شان ہے، تو وہ لوگ جو مخالفین ہیں رسولوں کے اور جو اللہ تعالیٰ کی صفات کے منکر ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ اگر ہم اللہ تعالیٰ کے چہرے کو ثابت کر دیں)) تو اس سے لازم آتا ہے کہ مخلوقات کے چہروں کے جیسا ہو مماثلت لازم آتی ہے اس لیے واجب یہ ہے کہ ہم حقیقی معنی کو جو چہرے کا ہے اُس سے ہٹ کر کوئی اور معنی نکال لیں اور تاویل کر لیں۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں(شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ) ہم اُن لوگوں سے یہ کہتے ہیں کہ ہر وہ صفت جو اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے ثابت کی ہے وہ صفت کمال ہے اور یہ ممکن نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کوئی بھی صفت اپنے لیے ثابت کرے جس میں نقص یا عیب موجود ہو(ممکن نہیں ہے!) اور مثلیت میں نقص اور عیب پایا جاتا ہے۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں(شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ) اگر وہ یہ کہے کیا صفات توقیفیۃ ہیں اسماء کی طرح؟((جیسے اللہ تعالیٰ کے نام ہیں نام توقیفی ہیں یعنی کوئی بھی نام اپنی طرف سے ہم نہیں اللہ تعالیٰ کے لیے بیان کر سکتے اور قاعدہ ہے ان قواعد میں سے جو اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے ہیں))۔ تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے شیخ صاحب فرماتے ہیں اگر کوئی یہ کہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں کیا اللہ تعالیٰ کے ناموں کی طرح توقیفی ہیں یا اجتہادی ہیں؟ کیا اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی ایسی صفت ہم بیان کریں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے بیان نہیں فرمائی یا ثابت نہیں کی؟

اس کا جواب یہ ہے شیخ صاحب فرماتے ہیں ہم یہ کہتے ہیں کہ اہل علم کے نزدیک جو معروف اور مشہور بات یہ ہے کہ صفات بھی توقیفی ہیں اسماء کی طرح تو اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی بھی صفت ہم نہیں ثابت کر سکتے اِلا وہ صفت جو اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے ثابت کی ہے اور جس کی دلیل موجود ہو۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ) تو اس سے یہ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی جو صفات ہیں وہ تین قسم کی ہیں، ہم یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صفات تین قسم کی ہیں:

1-"صفة كمال مطلق"

2-"وصفة كمال مقيد"

3-"وصفة نقص مطلق"

کیا مطلب ہے اس کا؟

سب سے پہلے "صفة كمال مطلق" یعنی علی الاطلاق کمال کی صفت ہے یہ اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت ہے جیسا کہ المتکلم اور الفعّال لما یرید، اور القادر، اور اس طریقے سے جو اور صفات ہیں۔ دیکھیں المتکلم صفت ہے اللہ تعالیٰ کلام فرماتا ہے ﴿وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا﴾ (النساء:164) تو صفت کلام ثابت ہے کہ نہیں؟ ثابت ہے اللہ تعالیٰ کے لیے اور یہ صفت ثبوتیۃ ہے منفی نہیں ہے۔ دوسری صفت جو ہے "الفعّال لما يريد" (جو چاہے اللہ تعالیٰ کرتا ہے)۔ "القادر"، یہ سب جو ہے صفۃ الکمال بقید ہے (قید لگی ہے)۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں، تو اُن کو نہیں اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت کیا جاتا مطلق طور پر جب تک کہ اسے مقید نہ کیا جائے جیسا کہ مکر ہے، خداع ہے (یعنی دھوکا دینا)، اِستہزاء ہے (مذاق اُڑانا) "وما أشبه ذلك" (اور اس جیسی اور صفات بھی)، یہ صفات جو ہیں یہ صفات کمال بقید ہیں۔

ہیں صفات کمال کیونکہ صفات النقص تو اللہ تعالیٰ کے لیے ممکن ہی نہیں ہیں لیکن اب مکر کرنا اگر مطلق کو ایسے بیان کیا جائے بغیر قید کے نقص ہے کہ نہیں؟ "دھوکا دہی، مذاق اُڑانا" تو اس لیے اِن صفات کے بارے میں علماء یہ کہتے ہیں کہ یہ صفات کمال ہیں لیکن کمال بقید۔

قید سے کیا مراد ہے؟

یعنی اگر مقابلے میں بیان کریں (مقابلے میں بیان کیا جائے) تب یہ صفت کمال ہے اور اگر مطلقاً بیان کیا جائے تو اللہ تعالیٰ کے لیے یہ نسبت درست نہیں ہے کیونکہ مطلقاً یہ کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ (نعوذ باللہ) ماکر ہے، یا مستہزی یا خادع ہے (نعوذ باللہ)، یہ نہ تو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے کبھی ناموں میں سے ہے۔ مطلق یہ صفت جو ہے مکر

کی اِستہزاء کی مطلقاً نہیں کہا جاتا جیسا کہ المتکلم مطلقاً ہے، القادر مطلق ہے، لیکن جیسے صفۃ الکمال بقید ہے یہ بھی صفۃ کمال ہے لیکن قید کے ساتھ مقابلے میں۔ جب کوئی مکر کرتا ہے اللہ تعالیٰ کے پیاروں سے اللہ کے اولیاء سے تو اللہ تعالیٰ اُن سے بھی اُن کے بدلے میں وہی طریقہ اختیار فرماتا ہے اور یہ کمال ہے۔

تو اس لیے ماکر کہنا درست نہیں، مستہزی کہنا غلط ہے، خادع کہنا غلط ہے بلکہ اگر قید لگا دی جائے ''ماکر بالماکرین، مستہزئ بالمنافقین، خادع للمنافقین، کائد للکافرین'' مکر کی صفت ہے، استہزاء کی صفت ہے، خداع کی صفت ہے، اور کائد کی صفت ہے۔ جب اس تناظر میں کہا جاتا ہے تب یہ جائز ہے اور درست ہے۔ کیا فرق ہے دونوں میں؟

اگر مطلقاً کہا جائے "الماکر" نعوذ باللہ تو صفت نقص ہے مکر کرنا کوئی اچھی بات تو نہیں ہے لیکن مقابلے میں ''ماکر بالماکرین'' (مکر کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ مکر فرماتا ہے)۔ ﴿وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ﴾ (الانفال:30) اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے اگر اللہ تعالیٰ یہ نہ فرماتا تو کوئی جرأت نہ کر سکتا۔ کون کہہ سکتا ہے لیکن جب اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ مکر کرتا ہے مکر کرنے والوں کے ساتھ کیونکہ مکر سے مراد کیا ہے؟ کہ آپ اپنے دشمن کو خفیہ طریقے سے نقصان پہنچاتے ہیں جس کا اُسے علم نہ ہو۔ تو اہل کفر جو انبیاء کے دشمن ہیں اللہ کے اولیاء کے دشمن ہیں وہ اپنے حربے استعمال کرتے ہیں حیلے استعمال کرتے ہیں اور وہ ان کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں مکر و فریب سے کام لیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں مکر کا لفظ بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

اور اسی طریقے سے ''مستہزئ بالمنافقین، خادع للمنافقین'' اور ''کائد للکافرین'' تو ہم اس کی قید لگاتے ہیں ''لأنها لم تأت إلا مقيدة'' ((یہ قاعدہ ہے) کیونکہ یہ صفات ہمیشہ (قرآن مجید میں دیکھ لیں آپ) جہاں پر بیان ہوئی ہیں اس کی قید لگائی ہے)۔

تیسری قسم کی صفت جو صفت نقص ہے علی الاطلاق تو یہ اللہ تعالیٰ کے لیے کسی صورت میں جائز نہیں ہے جیسے کہ العاجز، الخائن، الأعمی، الأصم۔

''عاجز'' نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ عاجز ہے کیا؟! ''خائن'' (خیانت کرنے والا) ''أعمی'' (اندھا، نابینا) ''الأصم'' (بہرا (نعوذ باللہ)) یہ تمام صفات کیا ہیں صفات نقص ہیں کہ نہیں؟ کیا اللہ تعالیٰ کے لیے کہنا جائز ہے یہ؟! کسی صورت میں کہنا جائز نہیں ہے کیونکہ علی الاطلاق ہے تو اللہ تعالیٰ کے لیے یہ صفات کسی صورت میں جائز نہیں ہیں۔

فرق کیا ہے خادع اور خائن میں؟

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ﴾ (النساء: 142)۔ ﴿يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ﴾ "فأثبت خداعه لمن خادعه" تو اللہ تعالیٰ نے اپنے خداع کو ثابت کیا ہے وہ جنہوں نے دھوکا دیا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کو دھوکا دینا چاہتے ہیں لیکن حقیقت میں خود دھوکے میں ہیں کہ نہیں؟ خود دھوکے میں ہیں نا! (سبحان اللہ)

خیانت کے تعلق سے ذرا غور کریں (اب فرق کیا ہے خادع اور خائن میں ہم بات کر رہے ہیں خداع میں تو صفت نقص بقید ہے) جو خائن ہے وہ صفت نقص مطلق ہے کہ ہمیشہ خیانت کسی صورت میں کوئی اچھی بات ہے کیا خیانت کرنا؟!

اس لیے خیانت کے تعلق سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿وَإِنْ يُّرِيْدُوْا خِيَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ فَأَمْكَنَ مِنْهُمْ﴾ إلى آخر الآية (الانفال: 71) یہ نہیں فرمایا: "فخانهم"۔ فرمایا ہے یہ؟! ﴿فَأَمْكَنَ مِنْهُمْ﴾ سبحان اللہ۔

جب خیانت کا لفظ ہے تو خیانت کا جواب خیانت کے لفظ سے نہیں دیا کیوں؟ کیونکہ خیانت ہر صورت میں نقص اور عیب ہے لیکن خداع کی جہاں پر بات آئی ہے وہاں پر اسی لفظ سے (مکر ہے، خداع ہے یہ جو الفاظ ہیں ان ہی الفاظوں سے) اللہ تعالیٰ نے ان کو جواب دیا ہے)) کیونکہ خیانت میں کبھی بھی مدح کا امکان نہیں ہے جب کہ خداع کے لفظ میں مکر کے لفظ میں مدح ممکن ہے جب ہم مقابلے میں بیان کرتے ہیں۔

لیکن خیانت کا لفظ یعنی جو آپ سے خیانت کرتا ہے آپ خیانت کریں گے اُس سے؟ نہیں۔ جو آپ پر ظلم کرتا ہے ظلم کا جواب ظلم سے دیں گے آپ کیا؟ نہیں بالکل نہیں۔ کیوں؟ کیونکہ ہمیشہ صفت نقص ہے مطلق ہے یہ۔

تو قاعدہ یہ ہے "فإذاً، صفات النقص منفية عن الله مطلقاً" (صفات النقص مطلقاً اللہ تعالیٰ کے لیے منفی ہیں)۔ "والصفات المأخوذة من الأسماء هي كمال بكل حال" ہر وہ صفت جو اللہ تعالیٰ کے نام سے لی گئی ہے (کسی بھی نام سے لی گئی ہے) تو وہ صفت کمال ہے ہر اعتبار ہر حال میں) اور اللہ تعالیٰ اُس صفت سے متصف ہے اُس نام کی دلالت سے (یا اُس صفت کی

دلالت سے) جیسا کہ السمع ہے (سننا) صفت کمال ہے اللہ تعالیٰ کا نام السمیع ہے سمیع کے نام سے ہی صفت سمع کو لیا گیا ہے۔

تو قاعدہ یہ ہے کہ ہر وہ صفت جس کی دلالت کسی نام میں موجود ہے اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے جو اسماء الحسنیٰ ہیں وہ صفات کمال مثبتۃ ہیں اللہ تعالیٰ کے لیے مطلقاً "علی سبیل الإطلاق"، اور یہ الگ سے ایک قسم آپ سمجھ لیں کہ یہ وہ صفات ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ناموں میں موجود ہیں۔ تو اس طریقے سے یہ تقسیم چار قسم کی ہوئی اور اس کے علاوہ تین قسموں کی ہے جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا۔

اس لیے اللہ تعالیٰ کے ناموں میں متکلم اللہ تعالیٰ کا نام نہیں ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کلام فرماتا ہے۔ کیوں؟ کیونکہ کلام خیر بھی ہو سکتا ہے شَر بھی ہو سکتا ہے۔ کلام میں خیر بھی ہے شَر بھی ہے شَر کا امکان بھی ہے اور بعض اوقات نہ خیر ہوتا ہے نہ شَر ہوتا ہے۔ شَر اللہ تعالیٰ کی طرف کبھی منسوب نہیں کیا جاتا اور لغو بھی کبھی اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب نہیں کیا جاتا (لغو وہ کلام ہے جس میں نہ خیر ہو نہ شَر ہو) کیونکہ یہ سفہ ہے لغو جو ہے اور خیر ہی کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی جاتی ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کے ناموں میں متکلم نہیں ہے۔

قاعدہ کیا بیان کر رہے ہیں ہم؟ یعنی ہر نام میں جو صفت ہے وہ صفت کمال ہے۔ ہر صفت سے نام کیا ہر صفت سے نام لیا جا سکتا ہے؟ کلام صفت ہے اچھا متکلم اللہ تعالیٰ کا نام ہے؟ نہیں۔ تو یہ قاعدہ صفات میں نہیں چلے گا اسماء میں قاعدہ موجود ہے یہ (سبحان اللہ)۔

فرق کیا ہے؟ سمیع صفۃ السمع ہے ہر اعتبار سے کمال ہے لیکن کلام فرق ہے (سبحان اللہ)، ﴿وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى﴾ (الاعراف:180)، جیسے اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام نام جو ہیں وہ پیارے نام ہیں اور حسن ہیں خوبصورت نام ہیں اور جب حسنیٰ ہیں تو ان میں کوئی نقص اور عیب کا امکان ہی نہیں ہے اس لیے اسم تفضیل سے اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔

اگر کوئی شخص یہ کہے شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ) اللہ تعالیٰ کی صفات کو ہم نے سمجھ لیا اور قسمیں بھی سمجھ لی ہیں تو اللہ تعالیٰ کی صفات کو ثابت کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ جب ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صفات توقیفی ہیں

اپنی طرف سے ہم کوئی صفت بیان نہیں کر سکتے تو طریقہ کیا ہے اللہ تعالیٰ کی صفات کو ثابت کرنے کا؟ شیخ صاحب فرماتے ہیں اس کے کئی طریقے ہیں:

1۔ پہلا طریقہ ہے یعنی شرعاً جس کی دلیل موجود ہے کہ اسم جو اللہ تعالیٰ کا نام ہے صفت کی دلالت کرے (یعنی ہر نام میں جیسا کہ ابھی قاعدہ بیان کیا ہے اللہ تعالیٰ کی صفت موجود ہے) کیونکہ ہر نام میں صفت متضمن ہے صفت اُس نام میں موجود ہے اور اس لیے جیسے ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ہر نام اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف اور اُس صفت کی طرف دلالت کرتا ہے جو اس میں موجود ہے (یعنی جس سے اس نام کو لیا گیا ہے، سمع سے سمیع ہے بصر سے بصیر ہے)۔

2-دوسرا طریقہ جو ہے کہ صفت کی دلیل موجود ہو نص موجود ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا چہرہ ہے، اللہ تعالیٰ کے دو ہاتھ ہیں اور اللہ تعالیٰ کی دو آنکھیں ہیں اور اسی طریقے سے تو یہ نص ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یعنی دلیل اس کی موجود ہے۔ جیسا کہ انتقام دیکھیں انتقام کے تعلق سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿إِنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ﴾ (ابراہیم:47) کیا اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ہے المنتقم؟ نہیں ناموں میں سے نہیں ہے۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ) بعض کتابوں میں جن میں اللہ تعالیٰ کے ناموں کا ذکر کیا گیا ہے اس نام کا ذکر کیا ہے "المنتقم"، شیخ صاحب فرماتے ہیں جب کہ یہ درست نہیں ہے کیونکہ انتقام جو ہے اسم الفاعل کے یعنی صیغے میں بیان ہوا ہے، یا تو وصف میں یا اسم الفاعل کے صیغے میں مقیداً بیان ہوا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿إِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِينَ مُنْتَقِمُونَ﴾ (السجدۃ:22)۔

((الغرض تو دوسرا طریقہ ہے کہ صفت کی دلیل موجود ہو))۔

پہلا طریقہ کیا ہے؟ نام ہے نام میں صفت موجود ہے۔

دوسرا کہ صفت کی الگ سے دلیل موجود ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا چہرہ، اللہ تعالیٰ کے دو ہاتھ ہیں، اللہ تعالیٰ کی دو آنکھیں ہیں، اور اسی طریقے سے پنڈلی کی دلیل آتی ہے، سورۃ النور میں اللہ تعالیٰ نازل ہوتے ہیں رات کے آخری پہر میں، "استوي علي العرش" ان سب صفات کی الگ سے دلیل موجود ہے۔

3- تیسرا طریقہ جو ہے اللہ تعالیٰ کی صفت کو ثابت کرنے کا کہ فعل سے ہم صفت لیتے ہیں جیسا کہ المتکلم۔ ہم نے کہاں سے لیا؟ ﴿وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا﴾ (النساء:164) یہ فعل ہے کلام کرنا اور اسی فعل سے صفت الکلام اللہ تعالیٰ کی یعنی ثابت ہوئی ہے۔

یہ تین طریقے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کی صفات ثابت ہوتی ہیں اور اس سے یہ ثابت ہوا کہ جو صفات ہیں وہ اسماء سے زیادہ عام ہیں یعنی عموم اسماء میں اور صفات میں یہ فرق ہے کہ صفات میں عموم اسماء کی نسبت زیادہ ہے کیونکہ اسم میں صفت موجود ہے لیکن صفت کے اعتبار سے اسم میں بھی صفت موجود ہے اور الگ سے صفت بھی اس کی دلیل موجود ہے وہاں یہ ثابت ہوتی ہے، تیسرا فعل سے بھی صفت کو لیا جا سکتا ہے جبکہ فعل سے نام نہیں لیا جا سکتا (کلام اللہ تعالیٰ کی صفت ہے متکلم اللہ تعالیٰ کا نام نہیں ہو سکتا لیکن صفت الکلام فعل ہے کہ کلمۃ سے لیا گیا ہے)۔

اور جو صفات منفیۃ ہیں شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ) تو بہت ہی زیادہ ہیں لیکن اثبات جو صفات مثبتۃ ہیں وہ صفات منفیۃ سے زیادہ ہیں کیونکہ جو اللہ تعالیٰ کی مثبت صفات ہیں وہ ساری کی ساری کمال کی ہیں اور جتنی زیادہ بیان ہوں گی اور ان سے متنوع ہو گا ان میں اللہ تعالیٰ کا کمال اتنا ہی زیادہ بیان ہو گا۔

اور عام طور پر دیکھیں جب صفت کی ہم بات کرتے ہیں صفت مثبتۃ مخلوق میں بھی دیکھ لیں آپ کہ کوئی بہادر ہے، کوئی یعنی خوبصورت ہے، آواز اچھی ہے چال چلن اچھا ہے، رہن سہن اچھا ہے بات کرنے کا انداز اچھا ہے، وغیرہ وغیرہ۔ یہ مثبت صفات ہیں ساری مثبت صفات جتنی زیادہ بیان کریں گے تو اس میں تنوع ہو گا اتنا ہی اس ذات کا کمال کا ثبوت ملتا ہے (سبحان اللہ)۔

اور اس کے تناظر میں جو صفات منفیۃ ہیں وہ کم ہیں اور صفات منفیۃ جو ہیں دو قسم کی ہیں (۱) یا تو عام آتی ہیں۔ (۲) یا ان کی تخصیص ہوتی ہے۔

اور جن کی تخصیص ہوتی ہے ان کے لیے کوئی سبب ہوتا ہے مثال کے طور پر جیسے یہ دعویٰ کرتے ہیں اور جھٹلاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی وہ صفات جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے سے نفی فرمائی ہے صفات منفیۃ جنہیں کہتے ہیں ان کو جھٹلا دیا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے یہ درست نہیں ہے۔

بہر حال تو جو پہلی قسم کی صفات ہیں منفی صفات جو عام ہیں اس کی مثال اور دلیل بھی لے لیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ۖ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾(الشوریٰ:11)۔﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾" في علمه وقدرته وسمعه وبصره وعزته وحكمته ورحمته . . ."کوئی مثل نہیں اللہ تعالیٰ کی کس چیز میں؟ ہر چیز میں۔ اللہ تعالیٰ نے تفصیل نہیں بیان کی کہ علم میں اللہ جیسا کوئی نہیں ہے، قدرت میں اللہ جیسا کوئی نہیں ہے، سمع میں کوئی نہیں ہے۔ نہیں الگ الگ نہیں! عمومی طور پر سب کی نفی مثلیت کی نفی کر دی ہے اور اسی میں کمال ہے اور یہ نفی عام ہے مجمل ہے جو کمال مطلق کی دلالت کرتا ہے، یعنی﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾" في كل كمال"، (سبحان اللہ)۔

اور اگر تفصیلی صفتیں منفی ہوں اللہ تعالیٰ کے لیے تو سبب ان کے ساتھ ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے﴿مَا اتَّخَذَ اللَّهُ مِن وَلَدٍ﴾إلي آخر الآية(المؤمنون:91)۔ یہ کیوں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے؟ رَد ہے اُن لوگوں کا جن لوگوں نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے۔

اور فرمایا﴿لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ﴾(الاخلاص:3) میں۔

اور اسی طریقے سے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ وَمَا مَسَّنَا مِن لُّغُوبٍ﴾ (ق:38)۔ کیونکہ ذہن میں یہ بات مفروضہ آجاتا ہے کہ جب اتنا عظیم آسمان ہے اور عظیم زمینیں ہیں اور چھ دن میں اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا ہے تو تھکاوٹ ہو سکتی ہے، تو اس کی نفی کرتے ہوئے﴿وَمَا مَسَّنَا مِن لُّغُوبٍ﴾، تو﴿لُّغُوبٍ﴾ تھکاوٹ جو ہے تھکن کی نفی کی گئی ہے جو صفت منفیۃ ہے لیکن اس تناظر میں اور سبب کی وجہ سے بیان کی گئی ہے۔

بلکہ یہودیوں نے کہا ہے یہودی جو ہیں آپ دیکھیں جو تحریف شدہ تورات ہے اس میں ہے یہ بات یہودیوں نے کہی ہے کہ (نعوذ باللہ) اللہ تھک بھی جاتا ہے، جو صفات منفیۃ ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے لیے اس طریقے سے وہ بیان کرتے ہیں (نعوذ باللہ) تو اس کے رَد میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔

تو شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ اس سے یہ ثابت ہوا اور یہ بات واضح ہوئی کہ جو نفی ہے اللہ تعالیٰ کی صفات میں درست نہیں ہے، الا یہ کہ عمومی نفی ہو یا کسی خاص سبب کے یہ صفتیں منفی جو ہیں یہ بیان ہوئی ہوں کیونکہ صفت منفی جو ہے اس میں کوئی کمال نہیں، الا یہ کہ اگر اس صفت کی ضد میں اثبات پایا جائے، اس لیے قاعدہ یہ ہے کہ جتنی بھی صفات سلبیۃ ہیں (منفی صفات ہیں) جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ سے نفی فرمائی ہے اس کے اندر جو ہے اس کی ضد کا کمال ثابت ہوتا ہے یعنی مثال کے طور پر ﴿وَّمَا مَسَّنَا مِنۡ لُّغُوۡبٍ﴾ اس میں ایک کی تو نفی کی گئی ہے (لغوب کی نفی ہے کہ تھکن اور تَعَب و اَعیا جو تھکاوٹ وغیرہ ہے سب کی)۔ اس کے اندر کون سی صفتیں اس کی ضد میں کیا ہیں؟ اس کی ضد کا کمال کمالِ قوت اور قدرت یہ ثابت لازم آتا ہے (اس سے یہ لازم آتا ہے کہ یہ ثابت ہوں، سبحان اللہ)۔

دوسری دلیل یا دوسری مثال ﴿وَلَا يَظۡلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا﴾ (اور تیرا ربّ کسی پر ظلم نہیں فرماتا) (الکھف: 49)۔

ظلم کی نفی کس لیے ہے؟ "متضمن لکمال العدل" (کمال عدل ثابت ہوتا ہے (عدل و انصاف))۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعۡمَلُوۡنَ﴾ (البقرۃ: 85)، اس سے کمال علم اور کمال احاطہ ثابت ہوتا ہے۔

اور اسی طریقے سے ہر صفت منفی میں اس کے ضد کی جو صفت ہے وہ ثابت ہوتی ہے اور اس کا کمال ثابت ہوتا ہے اور ایسا نہ ہو تو پھر کبھی مدح نہیں ہو سکتی کیونکہ جو نفی مجرد ہے اس میں کوئی کمال نہیں ہے کیونکہ وہ عدم ہے اور عدم کچھ بھی نہیں ہے اور اس میں مدح و ثناء بھی ممکن نہیں ہے، اور عجز کی وجہ سے بھی ہو سکتا ہے اور جب عجز کی وجہ سے ہو تو پھر قابل مذمت ہے، یا عدم قابلیت کی وجہ سے بھی و سکتا ہے جس میں نہ مدح ہو نہ ذم ہو۔

اور پھر اس کی مثالیں بیان کی ہیں:

1- کہ ایک قبیلہ ہے جو دھوکا نہیں دیتے اور کسی پر ظلم بھی نہیں کرتے کیونکہ عاجز ہیں کر نہیں سکتے (تو عجز کی یہ مثال ہے اس لیے نفی کی گئی ہے)۔

2-دوسرے کی مثال ''لعدم القابلیة''(یہ قابل ہی نہیں ہے)۔اگر کوئی یہ کہے کہ جو دیوار ہے دیواریں ظلم نہیں کرتیں کیا دیوار اس قابل ہے؟! نفی تو آپ نے کردی دیوار کے ظلم کی واقعی میں بات تو سچ ہے دیواریں ظلم نہیں کرتیں کیونکہ اس میں قابلیت نہیں ہے۔

اور واجب یہ ہے شیخ صاحب فرماتے ہیں(شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ) کہ ہم اللہ تعالیٰ کی صفات کو ثابت کریں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے ثابت فرمائی ہیں،اور جن کی نفی فرمائی ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے یہ جو ہم یہ کہتے ہیں ''سمعنا وصدقنا وآمنا'' یہ تمام صفات جو ہیں جن میں مثبت صفات بھی ہیں اور منفی بھی ہیں اثبات کے تعلق سے ہے لیکن جو اللہ تعالیٰ کے اسماء ہیں نام ہیں وہ تمام کے تمام سارے کے سارے مثبت ہیں۔

اب کیونکہ مصنف نے(شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے) جب یہ بات فرمائی ہے اثبات اور نفی کی تو صفت کے ساتھ اسم کا بھی لفظ بیان کیا ہے صفت کی تو ہمیں سمجھ آگئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں نفی سے کیا مراد ہے،اللہ تعالیٰ کے اسماء میں تو ہمیشہ ثبوت ہوتا ہے نفی ہوتی نہیں ہے تو نفی اللہ تعالیٰ کے نام سے کیا مراد ہے اللہ کے نام سے نفی کے لفظ کو کیوں جوڑا ہے شیخ الاسلام نے؟

اس کے تعلق سے شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں،اللہ تعالیٰ کے جو نام ہیں وہ سب تمام کے تمام جو ہیں وہ سارے مثبت ہیں اور اُن تمام کا معنی بھی مثبت معنی ہے،اور بعض ایسے ہیں جن میں اندر معنی جو ہے وہ منفی ہے جو سلبی معنی ہوتا ہے اور یہ اصل مقصد ہے شیخ الاسلام رحمہ اللہ کا اور نام کے لیے اس لیے اس لفظ کو بیان کیا ہے۔

اُس نام کی مثال جس کے اندر مثبت معنی پایا جاتا ہے بہت زیادہ ہیں لیکن وہ نام جس کے اندر جو دلالت ہے جو معنی ہے وہ سلب کا ہو یا نفی کا ہو جیسا کہ نام ہے ''السلام''اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔اس کا معنی کیا ہے؟ شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ علماء یہ کہتے ہیں''السالم من کل عیب'' (ہر عیب سے پاک)تو یہاں پر نفی کی گئی ہے ہر عیب کی۔

نام مثبت ہے السلام معنی کیا ہے؟ معنی میں نفی ہے کہ نہیں؟کس چیز کی نفی ہے؟عیب کی نفی ہے۔تو اس کی دلالت جو ہے نام کی سلبی ہے منفی دلالت ہے یعنی السلام میں یہ وہ ذات ہے جس میں نقص یا عیب نہیں ہے۔

اسی طریقے سے القدوس کا نام جو ہے یہ بھی السلام کے معنی کے قریب ہے(شیخ صاحب فرماتے ہیں)،یعنی یہ وہ ذات ہے جو ہر نقص اور عیب سے پاک ہے۔

تو اس لیے جو شیخ الاسلام (رحمہ اللہ) کی عبارت ہے بالکل صحیح ہے اور اس سے مراد یہ ہر گز نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں کوئی منفی نام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نام کبھی بھی منفی نہیں ہو سکتے لیکن شیخ الاسلام (رحمہ اللہ) کی مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ناموں کی جو دلالت یا معنی جو ہے اس میں منفی معنی پایا جاتا ہے، ناموں میں ثابت معنی بھی ہے (ثبوت معنی بھی ہے) یا منفی معنی بھی پایا جاتا ہے۔

((واللہ أعلم))۔

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ

یہ رسالہ ڈاکٹر مرتضی بن بخش (حفظہ اللہ) کے آڈیو درس (20.العقیدۃ الواسطیۃ) سے لیا گیا ہے۔ سبق لسانی اور تعبیر کی غلطی کو درست نہیں کیا گیا ہے۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر کوئی اور غلطی نظر آئے تو ضرور آگاہ کریں اور اس خیر کے کام میں شامل ہو جائیں۔